بحث ونظر

بوڑھوں کے عافیت کدے اور اسلام

—————— محمد رضی الاسلام ندوی

سماجی میدان میں جن چیزوں کا شمار موجودہ دور کی اہم کارگزاریوں میں ہوتا ہے ان میں سے ایک عمر رسیدہ شہریوں (SENIOR CITIZENS) کے لیے رفاہی اور ثقافتی اداروں کا قیام ہے۔ان اداروں کو DAY CARE CENTRES, OLD AGE HOMES, RETIREMENT NURSING HOMES, اور PAID HOME CARE جیسے خوب صورت نام دیے گئے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ ان اداروں نے سماج کی ایک اہم ضرورت پوری کی ہے۔ ان میں معمّر ،معذور اور بے سہارا افراد کی، جن سے ان کے اپنے بھی منہ پھیر لیتے ہیں، مناسب دیکھ بھال کی جاتی ہے، انھیں سکون ، اطمینان اور آزادی کا ماحول فراہم کیا جاتا ہے اور وہاں اپنے ہم عمروں کے ساتھ ان کی زندگی کے آخری ایام بڑی خوشی ومسرت کے ساتھ کٹ جاتے ہیں ۔ بہ ظاہر یہ ایک اہم انسانی خدمت اور موجودہ دور کی ایک بڑی یافت (ACHEIVMENT) معلوم ہوتی ہے،لیکن اس کے پیچھے کرب والم کا جو اتھاہ سمندر موج زن ہوتا ہے وہ عموماً لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتا ہے۔

یہاں ہم پہلے اس معاملہ میں موجودہ دور کی کوششوں،اس کے محرکات اور نتائج کا بہت ہی اختصار کے ساتھ جائزہ لیں گے، پھر اسلام نقطۂ نظر واضح کریں گے۔

نوعیتِ مسئلہ

بڑھاپا انسانی زندگی کا ایک فطری مرحلہ ہے۔ ہر شخص، جو اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے، وہ اپنی عمر کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کو پہنچتا ہے۔ اس مرحلے میں اس کے جسمانی قویٰ مضمحل ہوجاتے ہیں اور اس کی دماغی اور فکری صلاحیتیں بھی کم

زور پڑ جاتی ہیں۔ وہ حصول معاش کے لیے تگ ودو کے قابل نہیں رہ جاتا۔ یہاں تک کہ جب اس کی جسمانی کم زوری میں مزید اضافہ ہوتا ہے تو وہ اپنے روزمرہ کے کاموں کی انجام دہی کے لیے بھی دوسروں کے سہارے کا محتاج ہو جاتا ہے۔ لیکن موجودہ دور کی نئی نسل اپنی زندگی کو بہتر اور خوش گوار بنانے میں اس قدر مصروف ہے کہ اسے اپنے بزرگوں کو سہارا دینے کی فرصت نہیں رہ گئی ہے۔ اس کے پاس موقع نہیں ہے کہ ان کے ساتھ کچھ وقت گزارے، ان سے بات چیت کر سکے، ان کے دکھ درد کو سن سکے اور ان کی ضروریات پوری کر سکے۔ اس صورت حال میں یہ بزرگ بھرے خاندان میں ہونے کے باوجود تنہائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ افرادِ خاندان کے ساتھ ایک چھت کے نیچے رہنے کے باوجود ان کی جانب سے ہم دردی، غم گساری اور اپنائیت سے محرومی کا احساس انھیں کاٹے کھاتا ہے۔ وہ رنج وغم کی مجسّم تصویر بن جاتے ہیں اور گھٹ گھٹ کر اپنی زندگی کے آخری دن کاٹنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اس سماجی المیہ نے ضرورت پیدا کی کہ ان عمر رسیدہ افراد کی دیکھ ریکھ کا انتظام کیا جائے اور ان کی پسند کا ماحول فراہم کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں بوڑھوں کے عافیت کدے (OLD AGE HOMES) قائم کیے گئے۔

'اولڈ ایج ہومس' کی تاریخ اور موجودہ صورت حال

اولڈ ایج ہومس اصلاً بیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہیں۔ انیسویں صدی سے قبل ان کا کوئی تصور نہیں تھا۔ بعد میں ایسے اداروں کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ تاریخی طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۲۳ء میں فِلا ڈلفیا (امریکہ) میں INDIGENT WIDOWS AND SINGLE WOMEN'S SOCIETY کے نام سے اور ۱۸۵۰ء میں بوسٹن (امریکہ) میں HOME FOR AGED WOMEN کے نام سے بے سہارا خواتین کے لیے رفاہی ادارے قائم ہوئے۔ پھر بیسویں صدی میں ایسے اداروں کا قیام کثرت سے ہونے لگا اور خاص طور پر اس صدی کے نصف آخر میں اس معاملے میں

تیزی آئی اور بڑے پیمانے پر عمر رسیدہ افراد کی رہائش کے لیے مراکز قائم ہوئے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۵ء میں امریکا میں بوڑھوں کے لیے قائم نرسنگ ہومس کی تعداد گیارہ ہزار تھی۔ اس کے بعد کے پانچ سال میں مزید ایک ہزار کا اضافہ ہوا، جس سے ۲۰۱۰ء میں ان کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔ متعدد یورپی ممالک کا بھی یہی حال ہے۔ اسپین میں تقریباً پانچ ہزار نرسنگ ہومس قائم ہیں۔ ان میں سے بیش تر پرائیوٹ ہیں، صرف چند ہی سرکاری سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ ان نرسنگ ہومس میں سے زیادہ تر گزشتہ ایک دہائی میں قائم ہوئے ہیں۔ ۲۰۰۶ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ناروے، نیدرلینڈ اور ڈنمارک میں عمر رسیدہ افراد میں سے صرف چار فی صد ہی ایسے خوش قسمت ہیں، جنھیں اپنے بچوں کے ساتھ ان کے گھروں میں زندگی گزارنا نصیب ہوتا ہے، بقیہ اولڈ ایج ہومس میں پناہ لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اب مغربی ممالک میں بڑے بڑے Retirement Resorts قائم ہونے لگے ہیں، جن کے تمام مکین عمر رسیدہ افراد ہوتے ہیں، ان کے لیے ہر طرح کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں، حتّٰی کہ ان کی خدمت گزاری کے لیے خود کار مشینوں (ROBOT NURSES) کا سہارا لیا جانے لگا ہے۔

ہندوستان کی صورت حال بھی دیگر ملکوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ یوں تو یہاں اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر (۱۷۸۲ء) میں سب سے پہلے اولڈ ایج ہوم کے قیام کا سراغ ملتا ہے۔ مگر ابتدا میں اس کام کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ ان اداروں میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ بیسویں صدی کے نصف آخر میں بہت تیزی سے اس طرح کے ادارے قائم ہونے لگے۔ مدراس انسٹی ٹیوٹ آف ایجنگ کے ایک سروے کے مطابق ہندوستان میں ۱۹۵۰ء سے قبل صرف ۹۶ اولڈ ایج ہومس تھے۔ بعد کی دو دہائیوں میں مزید ۹۴ ہومس کا اضافہ ہوا۔ پھر ہر دہائی میں سو سے زائد اولڈ ایج ہومس قائم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ۱۹۹۵ء میں ان کی تعداد ۵۲۹ تک پہنچ گئی۔ ان میں سے ۲۰ فی صد ہومس صرف کیرلا میں تھے۔ کیرلا کے ساتھ تامل ناڈو، کرناٹک اور آندھرا پردیش کی ریاستوں کو بھی شامل کرلیا جائے تو جنوبی ہند میں اولڈ ایج

ہومس کی تعداد پورے ملک کی مجموعی تعداد کا نصف تھی۔[۱]

عمر رسیدہ افراد کی فلاح و بہبود کے لیے ایک سماجی تنظیم HELP AGE INDIA کے نام سے کام کرتی ہے۔ اس نے ۲۰۰۹ء میں ملک میں قائم اولڈ ایج ہومس کی ڈائرکٹری شائع کی ہے۔اس کے مطابق ان کی تعداد ۱۲۷۴ ہے۔جن ریاستوں میں ایسے ہومس کی تعداد سو سے زائد ہے وہ ہیں تامل ناڈو (۲۵۱) کیرلا (۱۸۲) مغربی بنگال (۱۶۴) مہارشٹرا (۱۳۳) اور آندھرا پردیش (۱۱۴)، جب کہ اسی تنظیم کے سروے کے مطابق ۱۹۹۸ء میں پورے ملک میں ان ہومس کی مجموعی تعداد سات سو تھی۔

Help Age India نے دہلی و اطراف کے اولڈ ایج ہومس کا بھی سروے کرایا ہے۔ اس کی رپورٹ نومبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی تھی اور انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔سروے میں ۳۰ ہومس کا احاطہ کیا گیا۔ ان میں سے ۴ سرکاری انتظام کے تحت ہیں، بقیہ کو غیر سرکاری تنظیمیں (NGOs) چلاتی ہیں۔ ان میں سے صرف ۱۵ فی صد پچاس سال پرانے ہیں، ۱۵ فی صد کا زمانۂ قیام بیس سال کے اندر ہے اور ۷۰ فی صد گزشتہ ۱۰ سال کے اندر قائم ہوئے ہیں۔

اس تفصیل سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اولڈ ایج ہومس کے تصور کو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کتنی تیزی سے فروغ ملا ہے۔

فراہم کی جانے والی سہولیات

ان ہومس کا ایک اور پہلو سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ان میں عمر رسیدہ افراد کی ضرورت کی ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کھانے پینے کا معقول انتظام ہوتا ہے۔ حفظانِ صحت کے وسائل فراہم کیے جاتے ہیں، مثلاً گارڈن، جوگنگ ٹریک (Jogging Track) یوگا وغیرہ۔ علاج معالجہ کا بہتر نظم کیا جاتا ہے۔ ذہنی

---

[۱] How away from home: A survey of old age homes and inmates in Kerala, S. Irudaya Rajan, Centre for development studies, Thiruvananthapuram, Aug 2000 یہ سروے رپورٹ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

سکون اور تفریح کے لیے کامن روم اور ٹیلی ویژن، علمی ذوق کی آبیاری کے لیے لائبریری، ریڈنگ روم، کمپیوٹر روم اور عبادت کے لیے جگہ (Prayer Room) باہری دنیا سے رابطہ کے لیے ٹیلی فون اور انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولیات دی جاتی ہیں۔ کچھ ہومس یہ خدمات مفت فراہم کرتے ہیں تو کچھ ان کے لیے فیس وصول کرتے ہیں۔ Help Age India کے مذکورہ بالا سروے کے مطابق دہلی کے ۳۰ ہومس میں سے ۱۴ اپنی خدمات مفت فراہم کرتے ہیں، ۱۰ فیس وصول کرتے ہیں اور ۶ ایسے ہیں جو عام طور سے تو فیس لیتے ہیں، لیکن کچھ افراد کو بلا معاوضہ اپنے یہاں داخلہ دیتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ان ہومس میں عمر رسیدہ افراد کو ضرورت کی ہر چیز حاصل رہتی ہے۔ اگر محروم رہتے ہیں تو اپنوں کے قرب، نگہ داشت اور محبت سے۔ چنانچہ ان ہومس میں اس کا بھی نظم ہوتا ہے کہ ان میں رہنے والے کسی فرد کا انتقال ہو جائے تو پہلے اس کے بیٹے، بیٹی یا متعلقہ عزیز کو مطلع کیا جاتا ہے۔ اگر وہ خود اس کی آخری رسوم ادا کرنے میں دل چسپی لے تو اس کی نعش کو اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے، ورنہ ان ہومس کے مصارف پر ہی اس کی آخری رسوم ادا کر دی جاتی ہیں۔

بوڑھوں کی اپنے گھروں سے بے زاری کے اسباب

ہر شخص کو فطری طور پر اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے۔ وہاں وہ اپنی زندگی کے قیمتی ایام گزارتا ہے، اس لیے اس کے در و دیوار سے اسے انس ہوتا ہے اور افرادِ خانہ سے تعلقِ خاطر تو فطری ہے۔ اس کے باوجود وہ کیا اسباب ہیں جن کی بنا پر عمر رسیدہ افراد اپنے گھروں سے بے زار ہو جاتے ہیں اور ان کے مقابلے میں اولڈ ایج ہومس کو ترجیح دیتے ہیں؟ غور کرنے سے اس کے چند اسباب معلوم ہوتے ہیں:

۱- عمر رسیدہ افراد کو اپنے بڑھاپے میں جتنی خبر گیری، نگہ داشت اور دیکھ بھال کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ انھیں گھر میں نہیں مل پاتی۔ ان کے بیٹے ملازمت اور روزگار کے مسائل میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی طرف پوری توجہ

نہیں دے پاتے۔ وہ زیادہ تر اوقات گھر سے باہر رہتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو ان کی عافیت پسندی انھیں اپنے خول میں بند رکھتی ہے اور وہ اپنے آرام کو تج کر والدین کی خدمت پر آمادہ نہیں ہوتے۔

۲- گھر کا سربراہ باپ ہوتا ہے۔ وہ اس کا نظم ونسق چلاتا ہے۔ اس کے چھوٹے بڑے معاملات میں اس کی بات فیصلہ کن ہوتی ہے۔ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جانے کے بعد بھی اس کی خواہش ہوتی ہے کہ تمام افراد خانہ اس کی بات مانیں اور اس کی پسند و ناپسند کو اپنی پسند و ناپسند سمجھیں۔ دوسری طرف بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی مرضی چلانا چاہتے ہیں۔ مزاجوں کا اختلاف بسا اوقات ٹکراؤ کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔ اس حال میں اگر بچے باپ کی کوئی بات نہ مانیں تو اسے اپنی سبکی محسوس ہوتی ہے اور گھر سے اس کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے۔

۳- رشتوں کی اہمیت کا احساس کم ہوگیا ہے۔ بہو اپنے خسر کی اس طرح دیکھ بھال نہیں کر پاتی جس طرح شادی سے قبل اپنے باپ کی کرتی تھی، دوسری طرف خسر اپنی بہو سے ویسی خدمت کی امید رکھتا ہے جیسی اس کی اپنی بیٹی کرتی تھی۔ اگر بہو کسی اجنبی خاندان سے آتی ہے تو بسا اوقات اسے خسر سے کوئی اپنائیت اور اُنس نہیں ہوتا۔ وہ نہ صرف یہ کہ خود اپنے خسر کی دیکھ بھال نہیں کرتی، بلکہ اپنے شوہر کو بھی صراحۃً یا اشارۃً اس سے روکتی ہے۔

۴- والدین اپنے بچوں کو پال پوس کر بڑا کرتے ہیں، ان پر اپنی گاڑھی کمائی خرچ کرتے ہیں، خود تکلیفیں اٹھا کر انھیں آرام پہنچاتے ہیں، لیکن جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے والدین بوڑھے اور سہارے کے محتاج ہوتے ہیں تو بچوں میں شکرگزاری کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ وہ خود غرضی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے والدین کو ان کے ان احسانات کا بدلہ نہیں دے پاتے جو انھوں نے ان کے ساتھ ان کے بچپن میں کیے تھے۔

۵- بسا اوقات مالی پریشانیاں بھی والدین کی خدمت اور دیکھ بھال میں

حارج ہوتی ہیں۔ بیٹے کی آمدنی کم ہوتی ہے۔ اس سے وہ اپنے بیوی بچوں کی کفالت ہی مشکل سے کر پاتا ہے، اس بنا پر والدین کی کماحقہ خدمت نہیں کر پاتا۔

کیرلا کے مذکورہ بالا سروے میں ایک سوال یہ بھی شامل کیا گیا تھا کہ آپ گھر ہوتے ہوئے اولڈ ایج ہوم کیوں آئے؟ ۶۷ فی صد افراد نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ گھر میں خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

کوئی ادارہ خاندان کا متبادل نہیں

عمر رسیدہ افراد کو اپنے گھروں میں اور اپنے عزیزوں کے درمیان چین وسکون نہ ملا تو ان کے لیے اولڈ ایج ہومس قائم کیے گئے۔ لیکن یہ مسئلے کا حقیقی اور پائیدار حل نہیں ہے۔ کہنے کو تو ان ہومس میں بوڑھوں کو ضرورت کی ہر چیز دستیاب رہتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے عزیزوں کی محبت کے لیے ہر آن ترستے اور تڑپتے رہتے ہیں۔ ان کی یہ فطری خواہش اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب وہ خود کو اپنے خاندان کے درمیان پائیں اور اپنے عزیزوں کے ذریعے ان کی خبر گیری ہو۔ اسی وجہ سے سماجی ماہرین نے اولڈ ایج ہوم کے تصور کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اس کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں امریکہ کے ایک سوشل تجزیہ کار Abraham Epstein نے اولڈ ایج ہومس کے بارے میں لکھا تھا:

> ”یہ ادارے صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ عمر رسیدہ افراد اب اس صنعتی دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہے۔ یہ رفاہی ادارے سرگرم زندگی گزارنے کے بعد روزینہ پانے والے افراد کی انتہائی اہانت اور تذلیل کی خوف ناک علامت ہیں“۔[۱]

بوڑھوں کے لیے قائم ہونے والے یہ ادارے بہ ظاہر بڑے خوش نما معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان کے پیچھے ان کے بارے میں کتنا حقارت آمیز تصور کارفرما ہے اس کا اظہار

---

۱ Abraham Epstein, The Challenge of the aged, Alfred A. Knopf, New York, 1929, p.128

جناب پی- کے- مشرا (P.K. Misra) نے اپنے ایک مضمون میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''مغرب میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اولڈ ایج ہومس پنشن، سوشل سیکوریٹی اور ہیلتھ کیر کی سہولیات فراہم کی گئیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اہم اقدامات ہیں، لیکن یہ تمام پروگرام اس تصور کے ساتھ چلائے گئے کہ بوڑھے اپنی زندگی جی چکے، اب بس انھیں کچھ مادّی سہولت اور جسمانی آرام کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انھیں حاشیہ پر ڈال دیا گیا، سرگرم زندگی سے انھیں الگ تھلگ کردیا گیا اور انھیں 'بے کار چیز' (Waste) کی کیٹیگری میں جگہ دے دی گئی''۔

اس کے مقابلے میں خاندان کے ادارہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بوڑھوں کی خبر گیری کا مطلب ہے قدامت پسندی اور انسانیت نوازی کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔ اس سے یقیناً قوم کو طاقت حاصل ہوگی۔ بوڑھوں کی خبر گیری بہتر انداز سے خاندان کے دائرہ ہی میں ہوسکتی ہے، جب ان کے بیٹے بیٹیاں اس کو اپنی ذمہ داری اور فرض سمجھیں۔ کوئی ادارہ خاندان کا بدل نہیں بن سکتا''۔[۱]

اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام نے اس مسئلے کو بہت خوب صورتی سے حل کیا ہے۔ اس نے سماج میں عمر رسیدہ افراد کو عزت و احترام کا مقام دیا ہے، ان کے حقوق بیان کیے ہیں اور ان کے متعلقین کو ان کی ادائی کا پابند کیا ہے۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں مسلم حکم رانی کے دورِ عروج میں کبھی 'اولڈ ایج ہومس' قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام کے ان اقدامات اور تعلیمات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

۱؎ Development Problems and Traditional Cultures: Reflections on the Management of the aged in India, P.K. Misra

بڑھاپا انسانی زندگی کا ایک فطری مرحلہ ہے

قرآن کریم میں تخلیقِ انسانی کے مراحل مختلف مقامات پر بیان کیے گئے ہیں اوران کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خلاّقی ،علم اورقدرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفاً وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ۔ (الروم:۵۴)

اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمھاری پیدائش کی ابتدا کی، پھر اس ضعف کے بعد تمھیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمھیں ضعیف اور بوڑھا کردیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

سورۂ مومن میں یہی مضمون کسی قدر تفصیل سے وارد ہوا ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخاً وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّى مِن قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلاً مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔

(المومن:٦٧)

وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تمھیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر تمھیں بڑھاتا ہے، تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ، پھر اور بڑھاتا ہے، تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو۔

اس آیت میں پیدائش سے قبل اور پیدائش کے بعد دونوں کے مراحل کا بیان ہے۔ پیدائش سے قبل کے تین مرحلے مذکور ہیں: تراب (مٹی) نطفہ اور علقہ۔ تراب

سے، سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی طرف اشارہ ہے۔ موخرالذکر دو مرحلوں کے علاوہ ایک تیسرے مرحلے (مضغہ) کا بیان سورہ الحج: ۵ اور سورہ المومنون: ۱۴ میں ہوا ہے۔ اوپر درج دونوں آیتوں میں پیدائش کے بعد کے تین مراحل کا تذکرہ ہے: بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ ان میں یہ بھی صراحت ہے کہ بچپن میں انسان کم زور و ناتواں رہتا ہے، جوانی میں طاقت ور و توانا ہوجاتا ہے، بڑھاپے میں پھر اس کے اعضائے بدن میں کم زوری و ناتوانی لوٹ آتی ہے اور وہ اسی طرح دوسروں کے سہارے کا محتاج ہوجاتا ہے جس طرح بچپن میں تھا۔ جب بڑھاپے میں مزید اضافہ ہوتا ہے تو انسان کی عقل بھی ماؤف ہوجاتی ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی ختم ہوجاتی ہے۔ اس مرحلے میں وہ مزید ہم دردی اور توجہ کا مستحق ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم میں اسے 'ارذل العمر'' (بدترین عمر) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰہُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لاَ يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئاً إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۔ (النحل: ۷۰)[۱]

اور دیکھو اللہ نے تم کو پیدا کیا، پھر وہ تم کو موت دیتا ہے، اور تم میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے، تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔ حق یہ ہے کہ اللہ ہی علم میں بھی کامل ہے اور قدرت میں بھی۔

انسانی زندگی کے مختلف مراحل کی یہ تفصیل بتا کر قرآن انسانوں میں یہ احساس بیدار کرنا چاہتا ہے کہ وہ عمر رسیدہ افراد کے ساتھ بہتر سلوک کریں، ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں، ان کے کام آئیں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں، اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ وہ خود بھی بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں تو دوسروں سے اسی برتاؤ کے متمنی ہوں۔

افرادِ خاندان کے درمیان قریبی اور گہرا تعلق

انسان جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچتا ہے تو خود کو ایک بھرے خاندان میں پاتا ہے۔ اس کے بیٹے بیٹیاں جوان ہوچکے ہوتے ہیں۔ ان کی شادی کے نتیجے میں

[۱] یہی مضمون کسی قدر تفصیل کے ساتھ سورۂ حج کی آیت ۵ میں بھی مذکور ہے۔

بیٹیاں دوسرے خاندان میں پہنچ جاتی ہیں اور دوسرے خاندانوں کی لڑکیاں اس کے گھر بہو بن کر آجاتی ہیں۔ پھر ان کی اولادیں ہوتی ہیں تو پوتوں، پوتیوں، نواسوں، نواسیوں کی شکل میں اس کے آنگن میں بچوں کا شور وغل اور ہنگامے سنائی دیتے ہیں۔ اس چیز کو قرآن انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل شدہ ایک نعمت قرار دیتا ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۔ (النحل:۷۲)	اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے تمھاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمھیں بیٹے پوتے عطا کیے اور اچھی اچھی چیزیں تمھیں کھانے کو دیں۔
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْراً۔ (الفرقان:۵۴)	اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا، پھر اس سے نسب اور سسرال کے دو الگ سلسلے چلائے۔

افرادِ خاندان کے درمیان گہرا اور قریبی تعلق ہو تو انسان کو بڑی خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ وہ شاداں و فرحاں رہتا اور زمانے کے مصائب و آفات کو بھول جاتا ہے۔ ان کا وجود اس کے دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک فراہم کرتا ہے۔ اسی لیے اہلِ ایمان اس کے متمنی اور سراپا دعا رہتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ۔ (الفرقان:۷۴)	جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب، ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے۔

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم

نسب اور سسرالی تعلق کے نتیجے میں جو رشتے وجود میں آتے ہیں، اسلام انھیں خصوصی اہمیت دیتا ہے۔ یوں تو اس کی نظر میں تمام انسان بھائی بھائی ہیں، ایمان کا رشتہ مزید قربت و تعلق پیدا کر دیتا ہے، چنانچہ اگر کبھی انھیں کوئی ضرورت درپیش ہو تو ان کی مدد میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، لیکن خونی رشتہ داروں کا حق ان سے بڑھ کر ہے۔ ان کے

ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، ان کے دکھ درد میں کام آنا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنا صرف اخلاقی تقاضا ہی نہیں، بلکہ ایک ذمہ داری ہے، جسے لازماً ادا کرنا چاہیے۔

وَأُوْلُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَى أَوْلِيٰئِكُم مَّعْرُوفاً۔ (الاحزاب:٦)[۱]

کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین ومہاجرین کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، البتہ اپنے رفیقوں کے ساتھ تم کوئی بھلائی (کرنا چاہو تو) کر سکتے ہو۔

رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِيْ الْقُرْبَى۔ (النحل:٩٠)

اللہ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔

دوسری طرف اہل قرابت سے تعلقات بگاڑنے کی ممانعت آئی ہے اور ان کے حقوق کی پامالی پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُواْ اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً۔ (النساء:١)

اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مامن ذنب اجدر ان یعجل اللہ تعالیٰ لصاحبه العقوبة فی الدنیا، مع مایدّخر له فی الآخرة، من البغی وقطیعة الرحم۔[۲]

ظلم اور رشتہ کی پامالی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں، جس پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں طے شدہ سزا کے ساتھ، اس کا ارتکاب کرنے والے کے لیے اس دنیا ہی میں سزا مقدّر نہ کر دی ہو۔

آئندہ صفحات میں والدین کے حقوق کے سلسلے میں اسلام کی تعلیمات پیش کی جائیں گی، ان شاء اللہ (باقی آئندہ)

۱۔ یہی مضمون سورہ الانفال کی آیت ۷۵ میں بھی وارد ہوا ہے۔

۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی النہی عن البغی، ۴۹۰۲، مسند احمد، ۵/۳۶، ۳۸